سیر وسیاحت اور فنونِ لطیفہ کے شرعی احکام

مروّجہ تفریحات

دار الافتاء جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

ذیلی عنوانات:

نمبر شمار	عنوانات	نمبر شمار	عنوانات
۱	تنہائی میں دل بہلانے اور دفع وحشت کے لئے اشعار سننا اور پڑھنا	۱۶	ویلنٹائن ڈے۔۔۔ یوم اوباشی ایک مغربی تہوار
۲	شادی بیاہ کے مواقع پر اظہار فرح ومسرت کے لئے دف بجانا	۱۷	برتھ ڈے منانا
۳	تنبیہ: دف بجانے کے مشروعیت کے لئے دو قسم کی شرائط ہیں	۱۸	بچوں کے مختلف کھیل اور ان کے حدود
۴	شادی کے موقعے پر باجوں کے بارے میں مفصل فتویٰ	۱۹	بچوں کا کھیل کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے
۵	شادی بیاہ یا کسی اور خوشی کے موقع میں روپیوں کے ہار ڈالنا	۲۰	اخروٹ سے بچوں کے کھیلنے کا حکم
۶	شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں اور بچوں کا جمع ہونا	۲۱	کھیل یا مقصد زندگی
۷	شادی میں بغرض اعلان بم گولہ چھوڑنے کا حکم	۲۲	کرکٹ کی فروغ میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا کردار
۸	فوجی تربیت کے لئے ڈرم اور بگل کا استعمال جائز ہے	۲۳	ٹیلی ویژن پر میچ دیکھنا
۹	بغرض تفریح قوالی کی محافل اور مجالس آرائی کا شرعی حکم	۲۴	سب ٹیموں سے چندہ جمع کر کے کپ لا کر جیتنے والی ٹیم کو دینا قمار
۱۰	صوفیاء کرام سے مسموع غناء	۲۵	بعض نئی قسم کی ورزشیں
۱۱	بغرض تفریح سیر وسیاحت	۲۶	کیرم بورڈ کھیلنا
۱۲	عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اظہار تفریح	۲۷	آج کل ہندوپاک میں جو کھیلیں رائج ہیں
۱۳	بچوں کی سالگرہ منانا	۲۸	ڈش کے تفریحی پروگرام
۱۴	معاملات مع الکفار	۲۹	اخباری معمے
۱۵	کفار کے مندروں میں شرکت کرنے کا شرعی حکم	۳۰	عرس منانا

تنہائی میں دل بہلانے اور دفع وحشت کے لئے اشعار سننا اور پڑھنا:

جو گانا محض دل بہلانے یا بہ اصطلاح فقہاء محض دفع وحشت کے لئے ہو اور اس میں کسی محبوباؤں اور امارد کی مدح نہ ہو بلکہ اس میں بادِ بہار، برگ وگل اور آبِ رواں کے حسن و جمال کو بیان کیا گیا ہو، مباح ہے اور محض شعر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں۔ البتہ یہ اشعار بھی جب موسیقی کے ساتھ گائے جائیں تو ممنوع ہیں یہ اگرچہ مواعظ وحکم سے پُر ہوں، اور ممانعت کی وجہ موسیقی ہوگا نہ کہ شعر گوئی جیسا کہ در مختار میں ہے: (التغنی لنفسه لدفع الوحشة لاباس به عند العامة علی ما فی العنایة وصححه العینی والیه ذهب شمس الائمة السرخسیؒ (روح المعانی ج ۱۱ ص: ۶۸)

لیکن خود صاحب روح المعانی اسکے خلاف ہیں جیسا کہ وہ اِرقام فرماتے ہیں:

(اما التغنی لنفسه بالاشعار لدفع الوحشة او فی الاعیاد والاعراس فاختلفوا فیه والصواب منعه مطلقاً فی هذالزمان (روح المعانی ج‘۱۱ ص۶۸).

یعنی اس زمانے میں بہتر ہے۔ کہ اس کے سننے سے اجتناب کیا جائے۔

شادی بیاہ کے مواقع پر اظہار فرح ومسرت کے لئے دف بجانا:

دنیا کی ہر قوم میں شادی بیاہ کے مواقع پر خویش واقارب اور دوست واحباب کی طرف سے مسرت وخوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں کھانا پینا، ناچ گانے اور دوسری بہت سی لغویات شامل ہیں، اسلام نے خوشی کے اظہار کے ناپسندیدہ طریقوں کو ختم کیا، شادی میں سادگی کو رواج دیا، اسکی جائز حدود میں خوشی کی گنجائش رکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ اپنے نکاح کی تفصیل بیان کرتی ہے کہ میں لکڑی کے گھوڑے پر سوار اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، میری والدہ ام رومان نے مجھے آواز دی مجھے نہیں معلوم تھا۔ کہ وہ کس لئے بلا رہی ہیں، گھر گئی وہاں پر انصار کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ انھوں نے خیر وبرکت اور خوش قسمتی کی دُعائیں دیں، میری ماں کے کہنے پر انھوں نے میرا سر دھویا اور آراستہ پیراستہ کیا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور مجھے آپ کے حوالہ کر دیا۔

تنبیہ: دف بجانے کے مشروعیت کے لئے دو قسم کی شرائط ہیں:

(۱) دف بجانے والیاں بالغات نہ ہوں اس کے ساتھ مزامیر اور موسیقی نہ ہو۔ اور نہ عشقیہ مضامین پر مشتمل ہو جن سے جنسی تہیج پیدا ہو جائے:

”کماما فی المرقات قوله : فجعلت جویریات یضربن باالدف : قیل تلک البنات لم یکن بالغات حد الشهوة وکان دفهن غیر مصحوب باالجلاجل وفیه دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان “(مرقات : ج۶ /ص ۳۰۱).

شادی بیاہ کے موقع پر بعض اوقات جذبات پر قابو نہیں ہوتا، غلط اور ناجائز باتوں کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ مسرت اور خوشی کا اظہار حدود کے اندر ہونا چاہیئے، کسی حال میں بھی حدود سے تجاوز کی اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ ربیع بنت معوذ بن عفراۤء فرماتی ہیں۔ کہ جس روز میری رخصتی ہو رہی تھی رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور جس فرش پر میں بیٹھی تھی اسی پر تشریف فرما ہوئے۔ لڑکیاں دف کے ساتھ گا کر بدر کے ہمارے شہداء کا ذکر کرنے لگیں، اسی میں ایک لڑکی نے کہا (وفینا نبی یعلم مافی غد) ہمارے درمیان ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، آپ نے فرمایا! اسے ختم کردو وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

(بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح)

شادی کے موقعے پر باجوں کے بارے میں مفصل فتویٰ:

احناف کے نزدیک خوشی (شادی وغیرہ) میں دف بجانا حرام ہے۔اور جن احادیث میں دف کا ذکر آیا ہے۔اس سے مراد اعلان ہے۔

کما قال التوربشتی انه حرام علیٰ قول اکثر المشائخ وما وردبه من ضرب دف فی العروس کناية عن الاعلان

البتہ امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق بتقریب نکاح وختنہ دف کا مباح ہونا لکھا ہے۔وہ بھی مطلقاً مباح نہیں۔ بلکہ چند قیود و شرائط کے ساتھ مقید ہے۔ان شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ورنہ اباحت نہیں رہے گی۔ صاف حرمت آجائے گی۔علامہ ابن حجرؒ نے ان شرائط کو "کف الرعاع" میں مفصلاً تحریر فرمایا ہے۔وہ شرائط احناف کے نزدیک بھی قابل لحاظ ہیں۔

(۱) یہ کہ خاص عورتیں اور لڑکیاں دف بجانے والی ہوں۔مرد نہ ہوں اور اباحت کا حکم انہیں کے بجانے میں ہے۔پس اگر تقریب نکاح وختنہ میں مرد بجائے گا تو جائز نہ ہوگا۔اور وہ مرد بوجہ تشبہ بالنساء کے ملعون ہوگا، کیونکہ سلف میں کسی مرد کا بجانا ثابت نہیں، دف بجانے کے بارے میں جس قدر احادیث اور آثار ہیں۔ان میں صرف عورتوں اور لڑکیوں کا ذکر ہے۔

(انا اذاابحنا الدف فانما نبیحه للنساء خاصة)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جھانجھ نہ ہو اور بجانے میں کوئی تکلف وتصنع نہ کیا جائے۔ بالکل سادگی سے ہاتھوں سے پیٹا جائے ،چنانچہ فرماتے ہیں:

"وخلاعن الضج ونحوه عن التانق والصنع فی الضرب بان یکون الضرب بالکف)پھر لکھتے ھیں.

اسی طریقہ سے مباح ہے۔کہ اس میں رقص وسرور نہ پایا جائے۔اور نہ انگلی کے سروں سے بجایا جائے۔

(وانما یباح الدف یدف و ینقر بروٴس الأنامل ونحوها فلایحل الضرب به"

(۳) تیسری شرط یہ ہے۔کہ تھوڑی دیر بجایا جائے ،لمعات میں ہے:

"دل الحدیث علی 'اباحة المقدار الیسیر"

مجمع الابحار میں ہے:

اقرعلیٰ قدر الیسیر فی نحو العرس والعید الخ"

حضرت تھانویؒ مروجہ دف کے بابت فرماتے ہیں۔کہ پس آج کل جو جائز سمجھا جاتا ہے۔کہ متعدد دف بارات کے ساتھ لے جاتے ہیں۔کیونکر جائز ہوگا۔جائز ہونے کی صورت حسب تصریحات ان علماء کے صرف یہ ہوسکتا ہے۔کہ بعد نکاح صرف ہاتھ سے پیٹا جائے ،معلوم ہوجائے کہ نکاح ہوگیا۔پس قبل نکاح بارات کے ساتھ دف لے جانا اور اس کو شرعی حیثیت دینا نہایت قبیح اور مذموم ہے۔ اور اس میں شرعاً کئی قباحتیں ہیں۔

(۱)اول لہو کیونکہ نکاح ابھی ہوانہیں ہے۔یہ اعلان کیسا؟

(۲) نمائش کیونکہ یہ بارات کے ساتھ دف لے جانے میں سوائے نمائش کے دوسری غرض شرعی نہیں ہو سکتی۔اور نمائش خود حرام ہے۔(۳) اسراف کیونکہ بے محل بجایا محل اس کا بعد نکاح ہے۔لہذا ناجائز۔پس علماء متاخرین نے جس صورت کے ساتھ خلاف مذہب دف کی جواز کی صورت لکھی ہے۔وہ طریقہ مروجہ نہیں اور جو مروج ہے وہ خود ان کے نزدیک جائز نہیں۔(امداد الفتاویٰ ۲۸۵/۲)۔

شادی بیاہ یا کسی اور خوشی کے موقع میں روپیوں کے ہار ڈالنا:

شادی یا کسی اور خوشی کے موقع پر فی نفسہ تو نوٹوں کے ہار پہنانے کی گنجائش ہے لیکن چونکہ اس میں متعدد خرابیاں اور مفاسد ہیں۔ اس لئے ان کی موجودگی میں نوٹوں کے ہار پہنانا درست نہیں۔خرابیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نوٹوں کے ہار بنانے میں اچھے اور نئے نوٹ ہار بنانے والوں کے ہاتھ لگ جائیں گے اور پھٹے پرانے نوٹ دوسرے لوگوں کے ہاتھ آجاتے ہیں۔جس کی وجہ سے بازار میں لوگوں کو لین دین کے اُمور میں دقت پیش آتی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ نوٹوں کی گردش میں کمی آجاتی ہے۔جس سے کاروبار متاثر ہوتا ہے۔

(۳) تیسری خرابی اس میں یہ ہے۔کہ اس سے تفاخر اور ریاکاری کا غالب احتمال ہے۔کہ مثلاً دولھا کے گلے میں ایک روپے کا ہار ڈالنے والے پر پانچ روپے کے ہار ڈالنے والا فخر کریگا۔

(۴) چوتھی خرابی یہ ہے۔کہ اس طرح رسم پڑ جانے سے غرباء اور کم استعداد والے لوگ اس عمل کو ضروری سمجھ کر اس خیال سے کہ اس عمل کو نہ کرنے کی وجہ سے لوگ عار دلائیں گے۔وہ اپنی استطاعت سے زیادہ دوڑ دھوپ کر کے اس عمل کی کوشش کریں گے۔جو شرعاً درست نہیں۔ (تبویب ۳۶ب/۷۹۷)جامعہ دارالعلوم کراچی۔

شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں اور بچوں کا جمع ہونا:

عن عائشہ قالت زوجنی النبی فأتتنی امی فأدخلتنی الدار فاذانسوۃ من الأنصارفی البیت فقلن علیٰ الخیر والبرکۃ:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔کہ نبیﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری والدہ میرے پاس آئیں۔اور مجھے گھر میں لے گئیں۔کمرے میں انصار کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔آؤ خیر و برکت کے ساتھ آؤ اور اچھے نصیب کے ساتھ آؤ۔

عن انس بن مالک قال ابصر النبی ﷺ نساء وصبیانا مقبلین من عرس فقام ممتناً فقال انتم من احب الناس الی (بخاری)۔

ترجمہ:۔حضرت انس فرماتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار) کی کچھ عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے واپس آتے دیکھا تو آپ ان پر مہربانی کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔اور فرمایا تم (انصار) مجھے سب سے زیادہ محبوب لوگوں میں سے ہو۔

(فائدہ) چند ایک قریبی رشتہ داروں کا سادگی اور پردے کے ساتھ شریک ہونا تو ثابت ہوا لیکن اس کا ہمارے زمانے کی بے اعتدالیوں اور اسراف اور حدود شرعی سے تجاوز کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔(فہم حدیث مؤلفہ مولانا ڈاکٹر عبدالواحد ج ۱۴۱۳).

شادی بیاہ کے کاموں میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس کی رعایت کی ہے۔امام نوویؒ نے اس سے بعض باتوں کا استدلال کیا ہے ایک یہ کہ دلہن پاک صاف اور شوہر کیلئے آراستہ کرنا مستحب ہے دوسرے یہ کہ اس مقصد کیلئے عورتوں کا جمع ہونا بھی مستحب ہے۔فرماتے ہیں کہ شریعت نے اعلان نکاح کا حکم دیا ہے یہ اسی میں شامل ہے۔ان کی شرکت کا فائدہ یہ ہے۔کہ دلہن کی گھبراہٹ کو دور کرتی ہے۔اور اس کے اندر اُنس پیدا کرتی ہیں۔اور اسے شوہر سے ملاقات اور صحبت کے آداب سے روشناس کرتی ہیں۔(مسلم کتاب النکاح، بخاری کتاب النکاح باب النسوۃ التی یھدین المرآۃ).

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔کہ شادی میں نغمہ اور دف بجانے کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔محمد بن حاطب فرماتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(فصل مابین الحلال والحرام الدف والصوت فی النکاح، بخاری کتاب النکاح باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس).

حدیث کا منشاء یہ ہے۔کہ نکاح پوشیدہ طریقہ سے نہیں بلکہ اعلانیہ ہونا چاہئے، اور دور نزدیک کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے۔کہ فلاں مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہوا ہے۔اسکی ایک صورت دف بجانا اور مباح شعر و نغمہ کا پڑھنا اور دولھا دلہن کو مبارک باد دینا اور خوشی کا اظہار کرنا بھی ہے:

کما فی الفقہ الاسلامی (قولہ ولا باس با لغناء المباح اوالغزل البریء غیر المخصص فی العرس. لما روی ابن ماجۃ عن عائشۃ: انھا زوجت یتیمیتہ رجلاً من الانصار: وکانت عائشۃ فیمن اھداھا . الی زوجھا قالت فلما رجعنا قال لنا رسول اللہ ﷺ (ما قلتم یاعائشۃ؟ قالت سلمنا ودعونا بالبرکۃ، ثم انصرفنا فقال: ان الانصار قوم فیھم غزل، الا قلتم، اتیناکم، اتیناکم، فحیانا وحیاکم).(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۷/ص ۱۲۴).

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔کہ انصار میں سے ایک شخص کا نکاح ہوا، دلہن کو میں نے رخصت کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ کیا تمہارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا؟ انصار کو کھیل پسند ہے۔(تحفۃ الاحوذی: ۲،۷ / ۱).

ایک دوسری روایت میں ہے۔کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا! کہ میں نے ایک قرابتدار لڑکی کا نکاح انصار میں کیا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کیا تم نے دلہن کو اس کے سسرال کی طرف رخصت کردیا۔اور اس کو بھیج دیا۔گھر والوں نے بتایا۔جی ہاں اس کو بھیج دیا۔آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اس کے ساتھ کسی بچی کو بھیجا۔جو ترنم سے کچھ پڑھتی جائے۔حضرت عائشہ نے جواب دیا۔نہیں ہم نے تو

کسی ایسی بچی کو نہیں بھیجا۔ آپ ؐ نے فرمایا (ارے بھائی) انصار تو ایسے لوگ ہیں۔ جن میں ترنم سے شعر پڑھنے کا بڑا شوق ہے۔ تو اگر اس موقعے پر ان کے میلان کی رعایت کرتے ہوئے جس میں کچھ گناہ بھی نہیں ہے۔ دلہن کے ساتھ کسی ایسے آدمی (مثلاً) چھوٹے بچوں یا بچیوں کو بھیج دیتے۔ جو ترنم سے کچھ کہتے جاتے تو بہت اچھا ہوتا۔

"واتیناکم اتیناکم فحیانا و حیاکم".

ہم آئے ہیں تمہارے پاس ہم آئے ہیں تمہارے پاس ہمیں بھی سلامت رکھیں تمہیں بھی اللہ سلامت رکھیں۔

شادی میں بغرض اعلان بم گولہ چھوڑنے کا حکم:

سوال: اگر شادی کی تقریب میں بم گولہ اعلان کے لئے استعمال کیا جائے تا کہ لوگوں کو خبر و شہرت ہو جائے، یہ جائز ہے؟ یا نہیں۔

جواب: اگر یہ حقیقت ہے۔ کہ یہ بم گولہ محض اعلان کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کوئی آتشبازی مقصود نہیں تھی۔ تو جواب واضح ہے۔ کہ بہشتی زیور میں آتشبازی کو ناجائز لکھا ہے۔ یہ آتشبازی کے حکم میں نہیں آتا۔ اور فضول حجت بازی کرنیوالوں کا جواب سوائے سکوت کچھ نہیں۔ سکوت کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح بات کی ہدایت فرماویں اور اگر واقعہ کچھ اور ہے۔ کہ آتشبازی کے انداز میں یہ کام کیا گیا ہے۔ تو پھر خود اپنے قصور کا اعتراف کرنا اور توبہ کرنا چاہئے۔ دوسروں سے حجت کرنا اس صورت میں مناسب نہیں۔ فضول فتوی بازی بھی کوئی دین کا کام نہیں۔ کارکن و بگذار از گفتار کاندریں راہ کا ارادہ کار

فوجی تربیت کے لئے ڈرم اور بگل کا استعمال جائز ہے:

سوال: بچوں کی فوجی تربیت کے لئے اگر بگل اور ڈرم استعمال کیا جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: جبکہ یہ ڈرم اور بگل آلات مزامیر کی طرح تال اور سر مد پیدا کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ خالص فوجی ضروریات کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ اور یہی کام ان سے لیا جاتا ہے۔ تو ان کے استعمال میں مضائقہ نہیں۔ (حوالہ سابقہ۔ حوادث الفتاوی) بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

بغرض تفریح قوالی کی محافل اور مجالس آرائی کا شرعی حکم:

جو گانا لوگوں کے سنانے کے لئے جشن عید وغیرہ کے علاوہ ہو۔ خصوصاً جو قوالی کی محفلیں مسجدوں اور خانقاہوں میں مجمع فساق کے ساتھ ہوا کرتی ہیں۔ اور جو عبادت سمجھ کر گائی جاتی ہیں۔ وہ تو زیادہ قابل ملامت ہیں۔

وصاحب الهداية والذخيرة سمياه كبيرة هذا فى التغنى للناس فى غير الاعياد والاعراس ويدخل فيه تغنى صوفية زماننا فى المساجد والدعوات بالاشعار والاذكار مع اختلاط اهل الاهواء والمرؤد بل هذا اشد من كل تغن لانه مع اعتقاد العبادة اه (روح المعان ج ۱۱ ص/۶۹).

اورتفسیر قرطبی میں ہے:

(فاما ابتدعه الصوفية اليوم من الادمان على سماع المغانى بالآت المطربه من الشبابات والطار والمعازف والاوتار فحرام (قرطبی ۱۴ ا /ص ۳۸).

بلکہ اس تواجدوتراقص کا شمار تو علامات زندقہ میں سے کیا گیا ہے۔اوراس کا جائز سمجھنا حدودکفر میں داخل ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ روح المعانی میں ہے:

(قوله واماما ابتدعته الصوفية فى ذالک فمن قبيل ما لايختلف فى تحريمه لكن النفوس الشهوانيه غلبت على كثير ممن ينسب الى الخير حتى لقد ظهرت فى كثير منهم فعلات المجانين والصبيان حتى رقصو ابحركات متتابعه وتقطيعا ت متلاحقه وانتهى التواقع منهم بقوم الى ان جعلوها من باب القرب وصالح الاعمال وان ذالک يثمر سنى الاحوال وهذا على التحقيق من آثار الزندقة (روح المعانى ج ا ا/ص ا ۷، ۷۲).

صوفیاء کرام سے مسموع غناء:

بعض صوفیاء سے جو غناء مسموع ہے۔وہ جائز غناء پر محمول ہے، کیونکہ ان کا اتباع شریعت اور اطاعت رسول ﷺ آفتاب کی طرح یقینی ہے۔ان سے ایسے گناہ کے ارتکاب کا گمان نہیں کیا جا سکتا، محققین صوفیاء کرام نے خود اس کی تصریح کی ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سماع کی اجازت نہیں، کیونکہ حضرت جنید بغدادیؒ نے تو اپنے زمانے ہی میں توبہ کرلی تھی۔

كما فى الهنديه (قوله وفى اليتيمة .قالؒ والسماع والقول والرقص ا لذى يفعله المتصوفة فى زماننا حرام لا يجوز القصد اليه والجلوس عليه وهوالغناء والمزامير سواء وجوزه اهل التصوف واحتجوا بفعل المشائخ من قبلهم : وعندى ان ما يفعلونه غير ما يفعل هؤلآء فان زمانهم ربما ينشد واحد شعرا فيه معنى يوافق احوالهم فيوافقه ومن كان له قلب رقيق اذاسمع كلمة توافقه على امر هو فيه ربما يغشى على قلبه ا ه.(هنديه ج:۵/ص ۳۵۲) بحواله اسلام اور موسيقى ص/۲۷۲).

بغرض تفریح سیروسیاحت:

سیروسیاحت کی قرآن میں اجازت یوں دی گئی ہے۔"قل سيروا فى الأرض فانظرو الخ...... "یعنی سیاحت بے مقصد اور محض آوارہ گردی نہ ہو۔بلکہ بامقصد ہو۔اپنے علم میں اضافہ امم سابقہ کے انجام سے عبرت، دریا، پہاڑ، برفانی، میدان، ریگستان وغیرہ کے فرق سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر پختہ اعتقاد پیدا ہوجائے۔ ("تفريح اور تفريحى امورص ۳").

اسلامی تہواریں:

عیدالفطر اور عیدالاضحٰی کے موقع پر اظہار تفریح:

کسی بھی قوم کے تہوار اس کی تہذیب، معاشرت اور عقائد وافکار کا ترجمان ہوتے ہیں ان میں پوری قوم اجتماعی طور پر خوشی مناتی اور اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے، ایرانیوں کے دو اہم تہوار، نوروز اور مہرجان تھے۔ ان کے زیر اثر مدینہ میں بھی یہ تہوار منائے جاتے تھے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ تہوار غلط تھے۔ مسلمان انہیں نہیں منا سکتے تھے۔ جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔

(النیروز الذی کان اصلہ نوروز معناہ الیوم الجدید فنو بمعنے الجدید وروز بمعنی الیوم وھو یوم فی طرف الربیع وھوالیوم الذی تحل فیہ الشمس برج الحمل ، والمھرجان معرب مھرگان وھو یوم فی طرف الخریف لان فیہ تعظیم ایام نھینا عن تعظیمھا المراد منہ اول یوم حلول الشمس فی المیزان وھذالیوم والذی قبلہ عیدان للفرس(طحطاوی ص ۵۲۹).

اس لئے انہیں تبدیل کردیا گیا اور عیدالفطر اور عیدالاضحٰی مسلمانوں کے تہوار قرار پائے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔

(کان لاھل الجاھلیۃ یومان فی کل سنۃ یلعبون فیھما فلما قدم النبی ﷺ المدینۃ قال کان لکم یومان تلعبون فیھما وقد ابدلکم اللہ بھما خیراً منھما یوم الفطرویوم الاضحٰی.(بخاری کتا ب العیدین باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام).

ترجمہ:۔اہل جاہلیت کے سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے (اور خوشی مناتے تھے)، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہارے دو دن ایسے تھے۔ جن میں تم کھیل کود کر خوشی مناتے تھے۔ اللہ تعالی نے ان کے عوض ان سے بہتر دو دن تمہیں عطا کیے ہیں۔ وہ ہیں یوم الفطر اور یوم الاضحٰی، جاہلیت کے تہواروں میں کھیل کود کے ذریعہ بھی خوشی کا اظہار ہوتا تھا۔ اس میں کوئی قباحت نہیں تھی اس لئے اس کی گنجائش رکھی گئی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ عید کا دن تھا کہ انصار کی کچھ لڑکیاں میرے پاس بیٹھی دف بجا کر گا رہی تھیں۔ وہ باقاعدہ مغنیات نہیں تھیں۔ بس خوش الحانی سے پڑھ رہی تھیں۔ اور جنگ بعاث میں انصار کے کارنامے بیان کر رہی تھیں، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کی آواز؟ اس وقت حضور ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے یہ ہماری عید کا دن ہے انہیں خوشی کا اظہار کرنے دو اور فتاوی ھندیہ میں ہے۔

(ولاباس بضرب الدف یوم العید کذا فی خزانۃ المفتیین/ھندیہ ج ۵ ص ۳۲۴).

حضرت عائشہؓ ہی کی روایت ہے:

فرماتی ہیں کہ عید کے دن حبشہ کے لوگ مسجد میں نیزوں اور بھالوں کے ذریعہ کھیل کا مظاہرہ کررہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے میں نے درخواست کی یا آپ ہی نے دریافت کیا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھوگی؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کرلیا کہ میرا رخسار آپ ﷺ کی رخسار مبارک سے لگا ہوا تھا۔ جب میں تھک گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا جی بھر گیا؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ نے فرمایا اچھا تو جاؤ۔

ابن حبان کی روایت میں ہے۔

" **لما قدم وفد الحبشة قامو يلعبون فى المسجد** " .

ترجمہ، جب حبشہ کا وفد آیا تو یہ لوگ مسجد میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے لگے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حبشہ کے لوگ عموماً کھیل کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ (فتح البارى ج ۲ ص ر ۴۴۳).

ایک اور روایت میں ہے:

" **لما قدم رسول الله ﷺ المدينة لعبت الحبشة بقدومه فرحا بذالک لعبو بحرابهم** " .

جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشہ کے لوگوں نے اس خوشی میں کھیل کا مظاہرہ کیا انہوں نے اپنے نیزوں سے اسکا مظاہرہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے مسجد میں کھیل کود کا مظاہرہ کرنے والوں کو اس سے منع کرنے کیلئے ان پر کنکریاں پھینکیں آپ ﷺ نے فرمایا:

" **دعهم یاعمر** " .

(یعنی انھیں کھیل جاری رکھنے دو منع مت کرو۔ اوپر کی روایت میں ہے۔ کہ آپ ﷺ نے حبشیوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا دونکم یابنی اُرفدہ۔ اے بنی ارفدہ (حبش کے لوگوں کا لقب ہے) اسے جاری رکھو۔

(بخارى كتاب العيدين باب الحراب والدرق يوم العيد) .

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

(لتعلم اليهود ان فى ديننا فسحة انى بعثت بحنفية سمحاء/ فتح البارى ج ۳/ص ۴۴۴).

ترجمہ:۔ یھود کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔ اور یہ کہ اللہ نے مجھے دین حنیف دے کر بھیجا ہے۔ جس میں آسانی اور سہولت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو خشکی یہود کے ہاں ہے۔ اس سے دین حنیف کا مزاج میل نہیں کھاتا اس واقعہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ کہ حبشیوں نے اپنے فن کا مظاہرہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں کیا۔

بچوں کی سالگرہ منانا:

سالگرہ منانے کا جوطریقہ رائج ہے۔(مثلاً کیک کاٹتے ہیں) یہ ضروری نہیں بلکہ قابل ترک ہے۔غیروں کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے۔البتہ اظہار خوشی اور خدا کا شکرادا کرنا منع نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ ۲۲۶ ج ۱۰).

معاملات مع الکفار:

کفار کے مندروں اوران کے تہواروں میں بغرض سیر وتفریح شرکت کرنے کا شرعی حکم:

حضرت تھانوی امداد الفتاوی میں ایسے مجامع میں شرکت کے بارے میں جن میں ہنود وکفار کی پرستش گاہیں۔اور دربار انگریزی کی نمائش دکھائی دیتے ہوں۔اوراس میں مسلمانوں کا دکھائی دینا بغرض تجارت یا خصوصاً عالم یا واعظ کا بطریق سیر وتفریح کے اس شرکت کو جائز سمجھنا استناد آیت "قل سیروا فی الارض " سے لانے کے حوالے سے ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔کہ میلہ پرستشگاہ ہنود میں عموماً مسلمانوں کا جانا اور خصوصاً علماء کا جانا اور یہ بھی نہیں کہ ضرورت شدیدہ دنیاوی ہی ہو۔محض سیر وتماشا کے لئے جانا سخت ممنوع وقبیح ہے۔اوراگر اس آیت ''قل سیروا فی الارض'' کے یہی معنیٰ ہیں۔جوکوئی عالم سند میں پیش کرتے ہیں۔

(مستند صاحب فرماتے ہیں) تو چاہئے۔کہ " فانکحوا ماطاب لکم من النساء " سے جس کا ترجمہ ہے۔

" کہ نکاح کروان عورتوں سے جوتم کو پسند ہیں۔ماں بہن اگر پسند آئیں ان سے بھی نکاح ذرست ہوجائے۔کیونکہ ''ماطاب ''عام ہے۔اگراس کے قائل ہیں۔اوراگر یہ کہیں کہ ماں بہن کی حرمت دوسری حدیث " حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم الخ " سے ثابت ہے۔توہماری طرف سے بھی اسی طرح جواب ہے۔کہ ممانعت ایسی جگہ جانے سے۔

دوسری آیت سے ثابت ہے۔

" فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین " .

یعنی بعد نصیحت حاصل کرلینے کے قوم ظالمین کے پاس نہ بیٹھو،یعنی کفار سے اختلاط مت کرو۔

" فی الحدیث من کثر سواد القوم فھو منھم "

اور حدیث صحیح میں آیا ہے۔کہ قریب قیامت میں ایک لشکر کعبہ معظمہ پر چڑھنے کے ارادے سے چلے گا۔جب قریب پہنچیں گے تو سب زمین میں دھنس جائیں گے۔ازواج مطہرات میں سے ایک بی بی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس میں تو بازاری دکاندار بھی ہوں گے۔ان کا کیا قصور؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب عام ہوتا ہے۔اس وقت سب دھنس جائیں گے پھر قیامت میں اپنی اپنی نیت کے موافق جزا پائیں گے۔پس جب یہ لوگ باوجود یہ کہ ضرورت کے سبب ان کے ساتھ شریک ہوں گے۔عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے۔تو جس کو یہ ضرورت نہ ہو کیونکر اس عذاب وعتاب سے جو مجمع کفار میں من اللہ نازل ہوا کرتا ہے۔محفوظ رہیں گے۔اللھم فنافتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الخ.(امدادا لفتاویٰ ج ۲۸۰/۴).

ویلنٹائن ڈے...... یوم اوباشی ایک مغربی تہوار:

عاشقوں اور معشوقوں کا دن جو ۱۴ فروری کو بھرپور جوش و خروش سے نوجوانوں کا جنونی طبقہ مناتے ہیں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں سرگرداں ہے؟ اس دن نوجوان دوشیزائیں باہر نکلتی ہیں اور اپنے عاشقوں کی تلاش میں کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ دن پھولوں، کارڈز، دعوتوں اور جو ہنگامہ ممکن ہو سکے اس کے ساتھ منایا جاتا ہے قدیم رومی کلچر میں اسے "مرد کا شکار کے دن" سے یاد کیا جاتا ہے گویا یہ اسلامی نقطہ نظر سے یا مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارے لئے اوباشیت اور اباحیت کا دن ہے۔ (آب حیات جلد ۵ شمارہ ۲ مارچ ۲۰۰۴ء)۔

مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات و ہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تواتر سے طبقہ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے۔ جس نے تہذیب مغرب کی بھونڈی نقالی کو ہی اپنا ایمان بنا رکھا ہے اپنے آپ کو ماڈرن سمجھنے اور دکھانے کا انہوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو جو تقریبات منائیں، ان کے قدم بہ قدم بلکہ سانس بہ سانس اس شاغلانہ ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہو جائیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کیلئے تو بس یہی امر کافی ہے۔ کہ وہ (سی این این) یا کسی اور ذرائع ابلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبر سن لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید نوجوان نسل کوئی تہوار منا رہی ہے۔ اس جدیدیت گزیدہ طبقہ کو کوئی نہ کوئی تہوار منانے کا کوئی بہانہ چاہیئے، نہ یہ ہندوؤں کے دیوالی، ہولی اور بسنت کے تہواروں کو معاف کرتے ہیں، نہ عیسائیوں کے کرسمس یا دیگر تہواروں میں شریک ہونے میں کوئی عیب سمجھتے ہیں۔ بظاہر یہ مسلمانوں کی اولاد ہیں لیکن مسلمانوں کی اصل تہوار (عیدین) کے موقعوں پر ان کے جذبات میں کوئی خاطر خواہ تحریک ہوتی ہے نہ انہیں منانے میں کوئی لطف آتا ہے۔ بلکہ ان اسلامی تہواروں کو تو وہ عامی مسلمانوں کا ہی تہوار سمجھتے ہیں۔ جن میں شریک ہونا ان کی کھوکلی اشرافیت اور سطحی جدیدیت کے تقاضوں کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ ان شریف زادوں کے روشن دماغ میں یہ سوال کبھی نہیں اُبھرتا کہ گلوبل کلچر میں ان کی شرکت یکطرفہ اور غلامانہ کیوں ہے؟ تقریبات منانے کے شغل کو یہ وسعت ظرفی اور روشن خیالی سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے ممدوح اہل مغرب سے بھی بڑھ کر وسیع المشرب اور روشن خیال ہیں کیونکہ انہوں نے تو کبھی مسلمانوں کے تہواروں میں اس جوش و خروش سے حصہ نہیں لیا۔

جس ویلنٹائن ڈے کو منا منا کر ہمارے بعض (محبت کے متوالے) ہلکان ہوتے رہے ہیں وہ (تقریب شریف) تو اہل مغرب کے لیے بھی بدعت جدیدہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے، اس دن کے متعلق مغربی ذرائع ابلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے۔ اگر یہ کوئی بہت اہم یا ہر دلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں اسکا ذکر محض چند سطور پر مبنی نہیں ہوتا، جہاں معمولی معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں سینٹ ویلنٹائن کے متعلق چند سطریں تعارف کے بعد ویلنٹائن ڈے کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں

ملتا ہے۔ (سینٹ ویلنٹائن ڈے کو آجکل جس طرح عاشقوں کے تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یا ویلنٹائن کارڈز بھیجنے کے جو نئے روایت چل نکلی ہے، اسکا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا اوپر کالیا کے حوالے سے پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری پرندوں کے ایام اختلاط سے ہے۔ گویا اس مستند حوالہ کی کتاب کے مطابق اس دن کو سینٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ بعض رومانویت پسند ادیبوں نے جدت طرازی فرماتے ہوئے اس کو خواہ مخواہ سینٹ ویلنٹائن کے سر تھوپ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ نے ماضی میں کبھی بھی اس تہوار کو قومی یا ثقافتی تہوار کے طور پر قبول نہیں کیا البتہ آج کے یورپ کے روایت شکن جنونیوں کا معاملہ الگ ہے۔

ایک اور انسائیکلوپیڈیا (بک آف نالج) میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی پہلی سطر رومان انگیز ہے۔ ۱۴ فروری محبوبوں کے لئے خاص دن ہے۔ اس کے بعد وہی پرندوں کے اختلاط کا ملتا جلتا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔ (ایک وقت تھا کہ اسے سال کا وہ وقت خیال کیا جاتا تھا جب پرندے صنفی مواصلت کا آغاز کرتے ہیں۔ اور محبت کا دیوتا نوجوان مردوں اور عورتوں کے دلوں پر تیر برسا کر انہیں چھلنی کرتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ ان کے مستقبل کی خوشیاں ویلنٹائن کے تہوار سے وابستہ ہیں)۔

اس انسائیکلوپیڈیا میں ویلنٹائن ڈے کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے:

ویلنٹائن ڈے کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا آغاز رومی تہوار لوپر کالیا کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کی تصاویر اپنی قمیضوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقۂ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی پراُمید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ لے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کیا، اس دن کے پس منظر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا اس لئے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے۔ کہ اسمیں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوش عشق میں سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اُڑانے پر ان کا وہی حشر ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے۔ یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو (شہید محبت) کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کر دیا۔ چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ

مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا یہی وجہ ہے کہ گزشتہ سال بھی عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیئے۔ بنکاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایسی دکان کو نذر آتش کر دیا جس پر ویلنٹائن کارڈز فروخت ہو رہے تھے۔

آجکل یورپ وامریکہ میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کے منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض یوم محبت سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یوم اُوباشی یا یوم اباحیت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مغرب میں محبت کا تصور و مفہوم یکسر مختلف ہے۔ جس جذبے کو وہاں محبت کا نام دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت بوالہوسی ہے۔ مغرب کے تہذیبی اہداف میں جنسی ہوس ناکی اور جنسی باؤلاپن کی تسکین کی خاطر مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو بھرپور ہوا دینا ہے۔ اس معاشرے میں عشق و فسق میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا ہے۔ مرد و زن کی باہمی رضامندی ہر طرح کی شہوت رانی اور زناکاری وہاں "محبت" ہی کہلاتی ہے۔ اسی طرح ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی جانب سے "محبت" کا لفظ جنسی بے راہ روی کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ محدث ج:۳۲ش ۳/مارچ)۔

قدیم رومی کلچر ہوں یا جدید مغرب کا اسلوب جنس پرستی ہو، ان کا ہماری مذہبی تعلیمات تو کیا؟ ایک طرف مشرقی کلچر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو (خاوند کا شکار) سمجھا جاتا ہے ہمارے ہاں کسی عورت کے لئے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بےحمیتی اور بے غیرتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے۔ اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے ویلنٹائن ڈے ہر اعتبار سے یوم اُوباشی ہے۔ اس کا اصل مقصد مرد و عورت کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"والذین لا یشھدون الزور"۔ "الزور" سے مراد ناجائز مجمع میں حاضری بھی لی گئی ہے۔

جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے۔ (یدخل فیه اعیاد المشرکین ومجامع الفساق ۱۵ ج: ۲۴ ص/۴۸۵)۔

برتھ ڈے منانا:

آجکل ایک اور تقریب مشہور ہوئی ہے جو برتھ ڈے کے نام سے یاد کی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں کے بیٹے کی عمر مثلاً دس سال ہوگئی تو اس پر اظہار خوشی کیلئے طرح طرح کے اسراف اور فضول خرچے کیے جاتے ہیں اس لئے کہ اس کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہوگیا تو یہ خوشی کا دن ہے یا غمی کا؟ اس کی کل زندگی مثلاً ساٹھ سال ہے تو گزشتہ سال وہ نو سال کا تھا اب دس سال کا ہوا تو اس کی زندگی میں ایک سال کم ہوا یا ایک سال بڑھا؟ ظاہر ہے ایک سال کم ہوا۔ اس طرح جتنے برتھ ڈے آئیں گے ہر سال اس کی زندگی کا ایک سال کم ہوتا جائے گا تو یہ خوشی کا دن ہے یا غمی کا؟ (بزم منور ج ۴/ص ۲۶۹)۔

بچوں کے مختلف کھیل اوران کے حدود:

بچوں کوکھیل کود کا موقع فراہم کرنا اس کی ترغیب دینا اور ہمت افزائی کرنا صحیح ہے بلکہ ان کی صحت کیلئے اور تندرستی کے نقطہ نظر سے پسندیدہ ہے۔ اہل عرب میں جو کھیل رائج تھے عہد وحی ورسالت میں بچے وہی کھیل کھیلتے تھے، اسلام نے انہیں ان سے نہیں روکا بلکہ ایک طرح سے ترغیب دی اور ہمت افزائی فرمائی۔ احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت انسؓ کا کم سن صحابہ میں شمار ہوتا ہے ۔رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ آپؓ کی بعض روایات یہاں پیش کی جارہی ہیں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم کم سن بچے کھیل رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمیں سلام فرمایا۔ آپ ﷺ نے بچوں کے کھیل کود پر کوئی زجروتوبیخ نہیں کی بلکہ سلام کے ذریعہ خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

(مسند احمد کتاب الأدب باب فی السلام علی الصبیان: ۱۸۳/۳).

یہ آپ ﷺ کی اسلامی اخلاق کی تعلیم بھی تھی اور معصوم بچوں کی ہمت افزائی بھی۔

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ نے ایک دن مجھے ایک ضرورت کے واسطے کہیں بھیجا میرے دل میں گو آپ کے حکم کی تعمیل ہی کا ارادہ تھا لیکن میں نے کہا خدا کی قسم! میں نہیں جاؤں گا پھر وہاں سے نکلا بازار میں بچے کھیل رہے تھے میں وہیں رک گیا نبی کریم ﷺ اچانک تشریف لائے اور پیچھے سے مجھے پکڑلیا، میں نے مڑکر دیکھا تو آپ ﷺ مسکرارہے تھے، پیار سے فرمایا اے انس میں نے کہاں بھیجا تھا؟ وہاں نہیں گئے میں نے کہا اے اللہ کے رسول ابھی جارہا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے نو دس برس آپ کی خدمت کی لیکن مجھے نہیں معلوم کہ کوئی کام میں نے کیا ہو اور آپ ﷺ نے کہا ہو کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ یا کوئی کام نہ کیا ہو تو آپ نے بازپرس کی ہو کہ کیوں نہیں کیا۔ (مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقه).

خادم کو کسی کام کے واسطے بھیجا جائے اور کھیل میں لگ جائے تو آدمی غضب ناک ہو جائیگا لیکن آپ ﷺ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ ذرا خفا نہیں ہوئے پھر آپ نے حضرت انسؓ اور اس کے ساتھیوں کو کھیل سے منع نہیں فرمایا صرف اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ جس کام کے لئے کہا گیا ہے وہ کردیں، یہ اس بات کی خاموش دلیل ہے کہ کھیل کود کیلئے دوسری اہم ضرورتوں کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا فرماتے ہیں میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اسکا نام ابوعمیر تھا۔ وہ ''نغیر'' نام کے ایک پرندہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا جب حضور ﷺ تشریف لاتے تھے تو اس سے پوچھتے تھے۔

(یااباعمیر ما فعل النغیر) ابوعمیر نغیر کا کیا حال ہے؟ یہ بچوں کے کھیل کود سے مسرت اور دلچسپی کا اظہار ہے

'' وفی الحدیث بیان جواز تکنیة الطفل ومن لم یولدله ولد وانه لیس کذبا وجواز المزاح والسجع فی الکلام والتصغیر ولعب الصبی باالعصفور وتمکین الولی له والسوال عما هو عالم اه''. (کرمانی بحاشیه بخاری ج ۲ ص ۹۰۵).

حضرت عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ قثم بن عباسؓ اور عبیداللہ بن عباس کھیل رہے تھے رسول اللہ ﷺ سواری پر پہنچے اور وہاں موجود لوگوں سے فرمایا: ذرا اسے مجھ تک اٹھاؤ جب مجھے اوپر اٹھایا گیا تو سواری پر آگے بٹھایا پھر فرمایا ذرا اس کو بھی اُٹھاؤ انھیں پیچھے بٹھالیا میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ (بخاری)۔

حضرت ابوایوب فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ جمعہ کیلئے مسجد جارہا تھا، انھوں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ بھی ساتھ ہے۔ اس سے کہا اے لڑکے جاؤ کھیلو نماز میں دیر ہے اس نے کہا میں ابھی مسجد جانا چاہتا ہوں انہوں نے کہا جاؤ کھیلو اس نے پھر کہا میں تو مسجد جانا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا کیا تم امام کے آنے تک بیٹھے انتظار کروگے اس نے جواب دیا ہاں انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک میں نے سنا ہے کہ فرشتے جمعہ کے روز مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ لوگ جس ترتیب سے آتے ہیں ان کے نام لکھتے چلے جاتے ہیں جب امام خطبہ کے لئے منبر پر پہنچتا ہے تو وہ دفتر بند کردیتے ہیں۔ (مسند احمد)۔

کھیل کود سے بچہ کی دلچسپی فطری ہے یہ دلچسپی برقرار رہنی چاہئے نماز اور وہ بھی جمعہ کی نماز کی اہمیت مسلم ہے لیکن اس میں زیادہ وقت لگنے سے بچہ میں اُکتاہٹ پیدا ہوسکتی ہے، اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے کھیلنے کے لئے کہا لیکن جب انہوں نے اس کا ذوق و شوق دیکھا تو اس کی فضیلت میں حدیث سنائی اور اس کے دینی رجحان کو تقویت پہنچائی۔

بچوں کا کھیل کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے:

بچوں کو کھیل کا مواقع فراہم کرنا ان کے صحت کیلئے بہت مفید مشغلہ ہے لیکن اس کیساتھ انکی تربیت کا' خیال رکھنا بھی ضروری ہے تا کہ کھیل کود اور مذاق اور تفریح سے غلط اثرات ان پر پڑنے نہ پائیں اس معاملہ میں شریعت کا احساس کتنا نازک اور اہم ہے اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عامر کی روایت سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، میں اس وقت چھوٹا تھا میں کھیلنے کے ارادے سے نکل رہا تھا کہ میری ماں نے آواز دی کہ اے عبداللہ: آؤ میں تمھیں ایک چیز دوں گی، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا بچہ کو کیا چیز دینا چاہ رہی ہو، انہوں نے عرض کیا میرے ہاتھ میں کھجور ہے کھجور دوں گی آپ نے فرمایا تم ایسا نہ کرتیں تو یہ تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے (مسند احمد، ۳/۴۴۷)۔

ہنسی مذاق میں یا بچہ کو بہلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنا اس کی شناعت کو کم کرتا ہے، حدیث میں اسی سے منع کیا گیا ہے۔ بچہ کے ساتھ جھوٹ بولنے سے وہ اسکی قباحت نہیں محسوس کرے گا اور اسکا امکان ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اس کا عادی بھی ہوجائے۔

اخروٹ سے بچوں کے کھیلنے کا حکم:

امام بخاریؒ باب لعب الصبیان بالجوز کے تحت حضرت عقبہ بن عامر کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک راستے سے گذرا ابن عمر حبشی لڑکوں کے پاس سے گذرے جو کھیل رہے تھے۔ تو انہوں نے دو درہم نکال کر ان کو دیئے۔ اور ان کے کھیل پر کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا (الادب المفرد ص، ۷۵۶) البتہ اگر اخروٹ یا کانچ اور بادام

کی گولیوں کے کھیل میں ہار جیت پر شرط لگا کر کھیلا جائے۔تو یہ قمار ہے جو شرعاً حرام ہے۔

کما فی قاضی خان (الجوز الذی یلعب به الصبیان ان کان علی وجه المقامرة فهو حرام (فتاوی قاضی خان).

بعض شہروں میں کنکوے اڑا کر پیسوں کی ہار جیت کا کھیل کھیلا جاتا ہے دیہات میں لکڑی کی گیڑیوں یا سرکنڈے کے پروں سے ہار جیت کھیلی جاتی ہے یہ بھی قمار ہے۔(مال حرام اور اس کی شرعی احکام ص ۱۶۴)۔

کھیل یا مقصد زندگی:

نوٹ: کرکٹ پر ایک جاندار تجزیہ:

بین الاقوامی سطح پر کرکٹ اور دیگر کھیلوں کے کھیلنے کے بارے میں شرعی، معاشرتی نقصانات کا تجزیہ اور تبصرہ:

پچھلے مہینے میں پاکستان اور ہندوستان میں کرکٹ کے بین الاقوامی مقابلے منعقد ہوئے جن کا چرچا برصغیر میں تقریباً ڈیڑھ ماہ جاری رہا۔اس عرصے میں ایک درجن سے زائد میچ کھیلے گئے۔اور ہر ہفتے میں کم از کم دو تین مقابلے منعقد ہوتے رہے۔اس دوران کھیلوں کے یہ مقابلے ملک بھر کی اہم ترین دلچسپی کا موضوع بنے ہوئے تھے۔گھر گھر میں اسی کا چرچا تھا۔اور جہاں چند آدمی جمع ہوئے۔کھیل ہی کی بات چھڑ گئی۔سربراہان مملکت سے لے کر مزدور اور ملازم تک اکثر افراد انہی کھیلوں کی تازہ ترین صورت حال معلوم کرنے، ٹیلی ویژن پر ان کا نظارہ کرنے اور ریڈیو پر تبصرہ سننے میں مشغول بلکہ محو رہتے تھے۔مختصر یہ کہ ایسا محسوس ہوتا تھا۔کہ ان دنوں پوری قوم کا اہم ترین مسئلہ یہ مقابلے ہیں۔اور ان سے زیادہ اہمیت کسی موضوع کو حاصل نہیں ہے۔گویا ہمارا ملک اپنے وجود و بقا سے لے کر ترقی و استحکام تک کے تمام مسائل سے بخوبی فارغ ہو چکا ہے۔اور اب اس قوم کے پاس کھیلنے اور کھیلوں کا نظارہ کرنے کے سوا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ابھی لوگوں کے دماغ سے اس ڈیڑھ ماہ کے کھیل کا خمار اترا نہیں تھا۔کہ آج کے اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی۔

''انگلینڈ کی کرکٹ ٹیم پاکستان کے دورے کے دوران تین ٹیسٹ میچوں کی سیریز کے تین ایک روزہ انٹرنیشنل میچوں کی سیریز بھی کھیلے گی۔ٹیم کے دورے کا یہ پروگرام مندرجہ ذیل ہے۔۱۴ سے ۱۶ نومبر سہ روزہ انٹرنیشنل میچ راولپنڈی، ۱۸ نومبر پہلا ایک روزہ انٹرنیشنل میچ لاہور، ۲۰ نومبر دوسرا ایک روزہ انٹرنیشنل میچ کراچی ۲۲ نومبر تیسرا ایک روزہ انٹرنیشنل میچ پشاور ۲۵ سے ۳۰ نومبر پہلا ٹیسٹ لاہور ۲/۴ دسمبر ساہیوال میں سہ روزہ میچ ۷ سے ۱۲ دسمبر دوسرا ٹیسٹ میچ فیصل آباد اور ۱۶ سے ۲۱ دسمبر تک کراچی میں تیسرا اور آخری ٹیسٹ میچ کھیلا جائے گا۔''جنگ کراچی ۱۴ نومبر ۱۹۸۷ء''

خلاصہ یہ ہے۔کہ ۱۴ نومبر سے ۳۱ دسمبر تک مزید ڈیڑھ مہینہ قوم پر بالخصوص نوجوانوں پر کرکٹ کا بخار مسلط رہے گا۔اور کسی نے بتایا ہے۔کہ اس کے بعد جلد ہی پاکستان ٹیم کسی غیر ملکی دورے پر روانہ ہوگی۔ایسے ورزشی کھیل جس سے صحت و قوت برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہو۔بذات خود کوئی ناجائز یا بری چیز نہیں ہیں۔لیکن ہر چیز کی کوئی معقول حد ہوتی ہے۔جس سے تجاوز کر کے مباح تو مباح نیک

کام بھی ناجائز اور قابل ترک و ملامت ہو جاتا ہے۔ اس وقت کھیلوں کی صورت حال یہ ہے۔ کہ ہمارے یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں بذات خود ایک مقصد زندگی بنا لیا گیا ہے۔ جو زندگی کے بہت سے حقیقی مسائل سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اس طرز عمل کے نتیجے میں پوری قوم کے اوقات جس بے دردی سے برباد ہو رہے ہیں۔ ان پر حسرت و افسوس کے اظہار کے لئے الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہیں۔ وقت کی قدر پہچاننا ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں۔ جس میں صرف اسلام ہی نہیں، دنیا بھر کے مذاہب۔ بلکہ بے خدا فلسفے بھی ہمیشہ وقت کی قدر کا درس دیتے رہے ہیں۔ لیکن ان کھیلوں کے دوران ہمارے مجموعی طرز زندگی سے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ فالتو اور بے مصرف چیز وقت ہے۔ اور اس کا کوئی مصرف میچ دیکھنے اور اس پر تبصرہ کرنے اور سننے سے بہتر نہیں ہے۔ میچ کے دنوں میں بعض اوقات تو باقاعدہ سرکاری چھٹی کا اعلان کیا گیا۔ لیکن جہاں باقاعدہ چھٹی نہیں۔ وہاں بھی عملاً چھٹی ہی کی سی کیفیت رہی۔ جب دفتروں اور تعلیم گاہوں میں ہمہ وقت نظریں ٹی، وی اور کان ریڈیو پر مرکوز ہوں اور ذہن و تصور کھیل کے میدان میں پہنچا ہوا ہو تو دفتری کام اور تعلیم جیسی چیزوں میں وہ دلچسپی کہاں سے پیدا ہو۔ جو انہیں سنجیدگی کے ساتھ انجام دینے کے لئے ضروری ہے۔ خاص کر وہ نوجوان اور نوخیز بچے جن کا ذہن ابھی کھیل کود اور زندگی کے سنجیدہ معاملات کے درمیان تقابل کرنے کا اہل ہی نہیں ہے۔ جب ان کے دل و دماغ پر شب و روز گیند اور بلے ہی کی حکمرانی رہے گی۔ تو وہ تعلیم جیسے خشک کام پر کیسے توجہ دے سکیں گے۔ پھر وہ بڑے حضرات جن کے ذہن پختہ ہو چکے ہیں اور جوان بچوں کے منبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب یہ بچے ان کو بھی اس حالت میں دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے تمام کام چھوڑ کر اپنی آنکھیں کرکٹ سٹیڈیم پر مرکوز کر رکھی ہیں۔ اور اُن کی گفتگو کا موضوع بھی کھیل ہی کھیل بنا ہوا ہے تو ان کے ذہن سے کھیل میں ہمہ تن محو ہو جانے کی برائی کا تصور ہی باقی نہیں رہتا۔ اور وہ قلب و ضمیر کے پورے اطمینان اور انشراح کے ساتھ تعلیم کو خیر باد کہہ کر کھیل کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

کرکٹ مذہبی تقدس یا افیون پلا کر سلانے کا عمل:

کرکٹ بدقسمتی سے پاکستان میں کروڑوں لوگوں کے قیمتی اوقات کو اجتماعی طور پر قتل کر رہا ہے۔ کہ برصغیر پاک و ہند میں کرکٹ کو ایک طرح کا مذہبی تقدس حاصل ہونے لگا ہے افسوسناک طور پر پاکستان میں بھی بھارت سے میچ کے دوران خواتین کی طرف سے باقاعدہ دعاؤں کا اہتمام کیا جانے لگا۔ حیرت انگیز طور پر اس ضمن میں نفلیں پڑھ کر دعائیں کرنے کے واقعات بھی رپورٹ ہو چکے ہیں۔ یہ ساری خبریں اس وقت آرہی ہیں جب پاکستانی فوج کنٹرول لائن پر بھارت سے نبرد آزما ہے۔ سرحدوں کی اس ابتر صورت حال پر اللہ تعالیٰ سے کامیابی کا کوئی قابل ذکر واقعہ رپورٹ میں نہیں آیا۔ شاید ملک گنوا کر میچ کی اہمیت بعض لوگوں کے نزدیک زیادہ ہے۔ ورلڈ کپ کرکٹ ٹورنمنٹ کے میچ پاکستان سمیت ۱۴۱ ملکوں میں براہ راست ٹیلی کاسٹ کئے جا رہے ہیں۔ برصغیر میں اس کھیل کی مقبولیت اور دنیا کی فاتح اقوام برطانیہ وغیرہ میں اس کھیل کے سرے سے عدم یا عدم مقبولیت کے بعد یہ سوال نہایت اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ کہ کہیں یہ افیون پلا کر سلانے کا عمل تو نہیں؟

اس پر مستزاد یہ کہ حکومت اور عوام دونوں کی طرف سے کھیل کو مقصد حیات بنانے والوں کی جو پذیرائی ہوتی ہے۔اور کھیل کے قدر دانوں کی طرف سے ان پر جس طرح تحسین وآفرین اور دولت وشہرت کا نچھاور کی جاتی ہے۔وہ کبھی ملک کے کسی بڑے سے بڑے مفکر، کسی بڑے سے بڑے سائنس دان یا کسی بڑے سے بڑے مصلح کے حصے میں نہیں آئی اچھے کھلاڑی کے ایک ایکشن پر لاکھوں روپے کے انعامات مل رہے ہیں۔کسی کھلاڑی کی قدر بابرکت کہ لاکھوں روپے فروخت ہو رہی ہے۔کسی کو کار انعام میں مل رہی ہے۔سربراہان حکومت پورے پورے دن بیٹھ کر ان کے کارنامے دیکھ رہے ہیں۔اور اپنے ہاتھوں سے انعامات تقسیم کر رہے ہیں۔غرض جب بچے یہ دیکھتے ہیں۔کہ کھیل کو مقصد زندگی بنانے والوں کی چاندی ہی چاندی ہے۔تو ان بے چاروں کا کیا قصور اگر وہ یہ سمجھنے لگیں گے۔کہ تعلیم میں جی لگانے کی نصیحتیں ایک ڈھونگ سے زیادہ نہیں ہیں۔ورنہ دنیا میں پیسہ اور نام پیدا کرنے کا بہترین راستہ تو کھیل میں جی لگانا ہے۔

یہ داستان تو وقت اور انسانی صلاحیتوں کے ضیاع کی تھی اب اگر ان مقابلوں کے منفی پہلوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ کچھ کم افسوس ناک نہیں ہے ایک ایک اسٹیڈیم کی تیاری پر جو خرچ آتا ہے اور ان کھیلوں کے انتظام وانعام پر جو مصارف ہوتے ہیں۔وہ ایک ایسے ملک کے لئے قابل افسوس ہے۔جس میں دن رات غربت اور افلاس اور وسائل کی قلت کا رونا رویا جاتا ہے۔آج دنیا کے بہت سے ملکوں میں کھیلوں کے لئے جس طرح تن من، دھن کی بازی ہم نے لگا رکھی ہے اس کی نظیر دنیا میں سب سے کم ہوگی۔آخر اسی بیسویں صدی تک دنیا میں بہت سے ممالک ایسے بھی موجود ہیں جن کا نام کھیلوں کے سلسلے میں کبھی سننے میں نہیں آیا۔بلکہ شاید اکثریت ایسے ممالک کی ہے وہ لوگ بھی اپنے بچوں کے لئے جسمانی ورزش اور تفریح طبع کا سامان مہیا کرتے ہی ہوں گے۔لیکن کھیل کو موت وحیات کا مسئلہ بنائے بغیر بھی نہ وہ صرف بیسویں صدی میں زندہ ہیں بلکہ ہم سے زیادہ ترقی کر رہے ہیں۔ایک ملک برطانیہ ہی کو دیکھ لیجئے کہ جسمانی ورزش کا جتنا ذوق اور اہتمام اس قوم میں پایا جاتا ہے۔کم از کم کسی اور قوم میں نہیں دیکھا گیا لیکن وہ ورزش ورزش ہی کی حد تک ہے اسے انہوں نے ایسا ملک گیر جنون بننے نہیں دیا جو بچے بچے کے سر پر سوار ہو کر اسے اپنے اصل فرائض سے غافل کر دے۔

" اصلاح معاشرہ ص ۴۵، ۴۶، ۴۷ " ۔

کراہت کرکٹ:

کھیل کے جواز کے لئے تین شرطیں ہیں۔ایک یہ کہ کھیل سے مقصود محض ورزش یا تفریح ہو خود اس کو مستقل مقصد نہ بنا لیا جائے دوم یہ کہ کھیل بذات خود جائز بھی ہو اس کھیل میں کوئی ناجائز بات نہ پائی جائے سوم یہ کہ اس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا نہ ہو۔اس معیار کو سامنے رکھا جائے تو اکثر وبیشتر کھیل ناجائز اور غلط نظر آئیں گے۔ہمارے کھیل کے شوقین نوجوانوں کے لئے کھیل ایک ایسا محبوب مشغلہ بن گئے ہیں کہ ان کے مقابلے میں نہ انہیں دینی فرائض کا خیال ہے نہ تعلیم کی طرف دھیان ہے نہ گھر کے کام کاج کا احساس ہے اور تعجب یہ کہ گلیوں اور سڑکوں کو کھیل کا میدان بنا لیا گیا ہے۔اس کا بھی احساس نہیں کہ اس سے چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور کھیل کا ایسا ذوق پیدا کر دیا ہے کہ ہمارے نوجوان صرف کھیلنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔اس کے سوا زندگی کا گویا کوئی مقصد ہی نہیں، ایسے کھیلوں کو کون جائز کہہ سکتا ہے؟

امداد الفتاویٰ میں کرکٹ کے بارے میں یوں تحریر ہے سوال و جواب کے سلسلے میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ارقام فرماتے ہیں: الجواب فی المشکوٰۃ قبیل باب آداب السفر عن علی قال کانت بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ واسلم قوس عربیۃ فرای رجلاً بیدہ قوس فارسیۃ قال ما ھذہ اوعلیکم بھذہ وآشباھھا (الحدیث رواہ بن ماجہ)۔

ترجمہ: حضورؐ کے ہاتھوں میں غلیل تھی ایک آدمی کو دیکھا جس کے ہاتھوں میں فارسی غلیل تھی تو حضورؐ نے کہا یہ کیا ہے؟ تمہارے اوپر یہ لازم ہے یا اس جیسے دیگر۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ بلاضرورت شدیدہ غیر مسلم قوموں کے آلاتِ ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے، اگرچہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں، اور اعانت ہر فعل کی اس فعل کے حکم میں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱۴/ص ۲۵۷)۔

کراہت کرکٹ:

"فی المشکوٰۃ قبیل باب آداب السفر عن علیؓ قال کانت بید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قوس عربیۃ فرای رجلاً بیدہ قوس فارسیۃ قال ما ھٰذہ وعلیکم بھٰذہ واشا ھما . (الحدیث رواہ ابن ماجہ)" ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت شدیدہ غیر مسلم قوموں کے آلات ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں اور اعانت ہر فعل کی اس فعل کے حکم میں ہے۔ (امداد الفتاوی ج:۴/۲۵۶، ۲۵۷)

کرکٹ کی فروغ میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا کردار:

1938ء میں جنگ عظیم دوم سے ذرا پہلے جرمنی کرکٹ ٹیم پہلے نمبر پر تھی۔ یورپ میں سال کے دو ماہ سرد موسم رہتا ہے۔ سردیوں کے اس موسم میں اہل یورپ تفریح کو ترستے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ذہنی اور جسمانی تفریح کے لئے گھروں کے اندر کھیلے جانے والے کھیل ایجاد کر لئے ہیں۔ یہ کھیل "اِن ڈور گیمز" کہلاتے ہیں۔ ان کھیلوں میں بیڈمنٹن، سکواش، باسکٹ بال اور تاش وغیرہ شامل ہیں۔ یہ لوگ سرد موسموں میں کھیلا کرتے تھے۔ لیکن جب گرمیاں شروع ہوتی ہیں۔ تو یورپ کا پورا ماحول بدل جاتا ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے مختصر لباس میں سڑکوں پارکوں اور ساحلوں پر پھرتے ہیں۔ دھوپ میں لمبے لمبے کھیل کھیلتے اور دیکھتے ہیں۔ فٹ بال، کرکٹ اور ہاکی یورپ کے گرمیوں کے کھیل ہیں۔ ہندوستان میں فٹ بال، کرکٹ اور ہاکی انگریز لے کر آئے۔

ٹیلی ویژن پر میچ دیکھنا:

قرآن مجید میں فلاح یاب مؤمنین کی صفت یہ بیان کی گئی ہے۔

" والذین ھم عن اللغو معرضون " . (قرآن مجید پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۱)۔

ترجمہ: اور جو لغو یعنی فضول باتوں سے خواہ قولی ہوں۔ یا فعلی بر کنار (الگ) رہنے والے ہیں۔

لغو کے معنی فضول کلام یا بیکار کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو لہٰذا ہر ایسا کام یا ایسی بات جس میں کوئی دینی نفع نہیں اس سے اعراض کرنا چاہیئے۔ اور اس میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے۔

" من حسن اسلام المرء ترکہ ما لایعنیہ " (مشکوۃ المصابیح ج ص ۴۱۳ باب حفظ اللسان عن الغیبۃ) .

ترجمہ: انسان کے اسلام کی خوبی میں سے اس کا بے فائدہ چیزوں کا چھوڑ دینا ہے۔

ٹی وی میں میچ دیکھنے سے کون سا دینی فائدہ ہے؟

اس میں قیمتی وقت ضائع کرنے کے سوا اور کیا ہے؟

اس لیے قیمتی وقت کو اس بیکار لغو کام میں استعمال کرنے کی اجازت کسی طرح ہو سکتی ہے۔اس سے بالکل پرہیز کیا جائے اور آج کل یہ کرکٹ وباء کی طرح ایک مرض بن گیا ہے۔اس پر جوا کھیلا جاتا ہے۔ہار جیت کی شرط لگائی جاتی ہیں۔عورتیں اور جوان لڑکیاں بے شرمی اور بے ہودگی، بے پردگی کے ساتھ اسے دیکھنے کے لیے آتی ہیں۔جو بسا اوقات ٹی وی پر نظر آتی ہیں۔نمازیں قضا ہوتی ہیں۔اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں۔اس لیے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس بیکار اور لغو چیز کو بالکل چھوڑ دیں۔

عمر کے قیمتی لمحات کو بہت غنیمت سمجھیں یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔اسمیں یہ ہدایت ہے۔کہ قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم نے اپنی عمر کہاں کن کاموں میں خرچ کی؟

خصوصاً جوانی کے زمانے کے متعلق سوال ہوگا کہ اپنی جوانی کا زمانہ کہاں خرچ کیا؟ مشکوۃ المصابیح .

اگر ہم نے اپنا قیمتی وقت ایسے بیکار کاموں میں اور گناہ میں نمازوں کے ضائع کرنے میں خرچ کیا ہوگا۔تو ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔اور یہ یقینی بات ہے۔کہ قیامت میں ہر شخص کو حاضر ہونا ہے۔اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے۔مومن کے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے۔کہ اس دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے حدیث شریف میں ہے۔

" الدنیا مزرعۃ الآخرۃ " .

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔کھیت میں جو انسان بوتا ہے۔وہ کاٹتا ہے۔اس لیے عمر کو غنیمت سمجھا جائے اور حسرت کا موقع آنے سے پہلے پہلے آخرت کی تیاری کی جائے۔

کرکٹ یورپ کی نظر میں:

جرمنی کی کرکٹ ٹیم یورپ کی نمبر ون ٹیم تھی۔ہٹلر جرمنی کا سربراہ بن گیا۔ان دنوں جرمنی کا فرانس سے کرکٹ میچ ہوا۔ہٹلر کو میچ دیکھنے کے لئے دعوت دی گئی۔ہٹلر اسٹیڈیم میں آ گیا۔میچ شروع ہوا تو جاری ہی رہا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ہٹلر اکتا گیا شام کو میچ رک گیا اس نے ٹیم کے منیجر سے پوچھا "کون جیتا" منیجر نے جواب دیا۔میچ جاری ہے۔ہار جیت کا فیصلہ چار دن بعد ہوگا۔ہٹلر کو غصہ آ گیا اس نے چلا کر کہا، یہ کیا کھیل ہے؟۔جس کے دیکھنے والے پورے دن کے بے کار ہوں۔پھر اگلے دن پھر اس کے بعد اگلے دن ،چار دن بند کرو اس خرافات کو۔ہٹلر اسٹیڈیم سے رخصت ہوا اور اسی دن جرمنی میں کرکٹ پر پابندی لگا دی گئی۔وہ دن اور آج کا دن

جرمنی نے کرکٹ کی قومی ٹیم بنانے کی غلطی نہیں کی۔ اب امریکہ کی مثال بھی لیجئے۔ دوسری ہی جنگ کے دوران صدر روزویلٹ نے کرکٹ کو وقت کا ضیاع قرار دے کر اس پر پابندی لگادی۔ اس کا کہنا تھا۔ کہ کرکٹ جیسا کھیل قوم کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس پر پابندی ہونی چاہئے۔

روزویلٹ کا خیال تھا۔ کہ کرکٹ ایک ایسا لمبا اور سست کھیل ہے۔ جبکہ یہی دیکھنے والوں کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ لوگ اس میں مگن ہوجاتے ہیں۔ لہذا امریکہ نے ترقی کرنی ہے۔ اور اس قسم کے کھیلوں سے دور رہنا ہوگا۔ روزویلٹ کی اس منطق کے بعد امریکہ میں بھی کرکٹ پر پابندی لگ گئی۔ کرکٹ آج امریکہ میں غیر سرکاری کھیل ہے۔ اس وقت کرکٹ دنیا کا سب سے بڑا کھیل ہے۔ ہر سال اس پر 180 ارب ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن چینل پر سال میں بارہ لاکھ گھنٹے دکھایا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا کے سترہ کروڑ لوگ یہ کھیلتے ہیں۔ دنیا میں کرکٹ انڈسٹری کی مالیت گندم کے بجٹ کے برابر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایک ورلڈ کپ پر جتنی رقم خرچ ہوتی ہے۔ اگر یہ مریضوں پر خرچ ہوجائے۔ دنیا کے تمام مریضوں کو ڈاکٹر، نرس اور دوائیں مفت مل سکتی ہیں۔ ایک ورلڈ کپ کے خرچ سے پوری دنیا میں سکول کھولے جاسکتے ہیں۔ صحرائے عرب کو کاشتکاری کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق ورلڈ کپ کے دوران جتنی رقم مشروبات اور برگروں پر خرچ ہوتی ہے۔ دنیا کے بھوکوں برہنوں کو خوراک اور پوشاک پہنے دی جاسکتی ہے۔ سردیوں میں آدھے غریبوں کو گرم سویٹر دیئے جاسکتے ہیں۔ ورلڈ کپ کے دوران جتنی شراب پی جاتی ہے۔ وہ برطانیہ میں پورے سال میں نہیں پی جاتی۔ اس پر عام شہریوں کا جتنا وقت ضائع ہوتا ہے۔ اگر آدھی دنیا پورا مہینہ چھٹی کرلے تو بھی اتنا وقت ضائع نہیں ہوتا۔ یہ ہیں کرکٹ کے اخراجات اور اس کے تخمینے۔ (ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اسلام دشمنی ص ۰۸)۔

سب ٹیموں سے چندہ جمع کر کے کپ لاکر جیتنے والی ٹیم کو دینا قمار ہے:

آجکل بعض مالی فوائد کے حصول کیلئے ایک صورت یہ بھی ہے۔ کہ ایک شخص کسی قیمتی دھات کا برتن نہایت خوبصورت بناتا ہے۔ جس کو انگریزی میں کپ کہتے ہیں۔ اور بائیس تمغہ جات بھی ساتھ ہی تیار کرتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے کہ یہ کپ اور گیارہ تمغے فٹ بال یا کرکٹ یا ہاکی جیت جانے والی ٹیم کو دیئے جائیں گے۔ اور ایک رقم مقرر کرتا ہے۔ مثلاً دس یا پندرہ روپیہ جس کو فیس داخلہ کہتے ہیں۔ چنانچہ جو ٹیمیں رقم ادا کرتی ہیں۔ آپس میں مقابلہ کھیلتی ہیں مثلاً دس ٹیمیں داخل ہوئیں۔ اس صورت میں کپ تیار کرنے والے کو سو روپے پہنچے اگر اس نے فیس داخلہ دس روپے مقرر کیا ہے، اب وہ ان دس ٹیموں کے پانچ کھیل مقابلہ کراتا ہے یقیناً پانچ ہار جاتی ہیں اور پانچ جیت جاتی ہیں۔ غرضیکہ آخر میں دو ٹیمیں رہ جاتی ہیں پھر وہ بھی کھیلتی ہیں۔ ان دونوں میں جو جیت جاتی ہے اس کو کپ اور گیارہ تمغے ملتے ہیں۔ اور باقی آٹھ ٹیمیں بالکل محروم رہتی ہیں۔ گویا وہ ہار گئیں شرعی نقطہ نظر سے اس کا حکم یہ ہے کہ جب کھیلنے والی ٹیموں سے بھی فیس داخلہ کے نام سے رقم لی جاتی ہے اور انعام صرف جیتنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ تو یہ صورت قمار میں ہی داخل ہے۔ اس سے احتراز واجب ہے۔ (امداد الاحکام ج:۴، ص،۳۷۷)۔

بعض نئی قسم کی ورزشیں:

ہاکی، پولو، ٹینس وغیرہ آج کل اس قسم کے کھیلوں میں دنیا بھر عموماً شرط بازی اور انگریزوں کا لباس جیسے چڈی وغیرہ جس میں زانو کے اوپر کا حصہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ فائیون ہاتھوں سے فٹ بال کھیلنے میں نہ تو عموماً شرط بازی چلتی ہے اور نہ لباس بدلا جاتا ہے۔ ایکورزش ڈول (قواعد) جس میں بدن مختلف طرف سے ہلایا جاتا ہے۔ یہ عموماً ہر سرکاری سکول میں ہر لڑکے سے جبراً کرایا جاتا ہے۔ بعض ورزشیں سائنس وطب کے اُصولوں کے موافق بنا کر بعض انگریزوں نے مثلاً مسٹر، سٹنڈوں، مکفنڈن وغیرہ نے ان ورزشوں کے نمونے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں اور فوٹو بھی دیئے ہیں اور یہ بھی سمجھایا کہ اس قسم کی ورزشیں اس خاص مرض کا علاج ہیں وغیرہ وغیرہ تو اگر کوئی شخص مسلمان ان صورتوں کو دیکھ کر یہ ورزشیں کرے۔ یا کسی دوسرے آدمی سے سیکھ کر یہ ورزشیں کرے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

حکم اس کا واضح ہے کہ ہر ورزش جس سے بدن کی قوت وصحت مطلوب ہو فی نفسہ جائز اور مباح ہے۔ اگر اس میں حرمت یا کراہت آئے گی تو کسی عارض کی وجہ سے آئے گی (مثلاً کسی کی نیت کفار کے ساتھ تشبیہ کی ہو یا ورزش کے وقت لباس کفار کا پہنا جائے یا اس کا ایسا وقت مقرر کیا جائے جس سے نماز ضائع ہو یا اس میں خلل پڑے یا ورزش میں قمار کی صورت ہو کہ جانبین سے مال کی شرط ہو یا کسی ورزش کا اثر طبائع پر پیدا ہوتا ہو کہ اسکی وجہ سے لوگوں کو اس کی نظر میں کفار کے ساتھ تشبہ کرنا معیوب نہ رہے بلکہ تشبہ کی رغبت پیدا ہو یا اسکے مثل اور کوئی عارض شرعی ہو اب خلاصہ یہ ہے کہ انگریزی ورزشوں میں جو ورزش دوسروں کے ساتھ مل کر کی جاتی ہے جیسے فٹ بال، ہاکی وغیرہ ان سے دینی مدارس کے طلبہ کرام باز رہنا چاہئے کیونکہ یہ عوارض مذکورہ بالا سے خالی نہیں، کم از کم ان کا یہ اثر ضرور ہوتا ہے کہ عربی طلبہ کے دلوں میں تشبہ بالکفار کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد انگریزی طلبہ کے ساتھ اختلاط بھی کرنے لگتے ہیں نہ بقصد " **اصلاح وامر بالمعروف بلکه بقصد موالات ولهوو لعب ولایخفیٰ مافیه من المفسدة** " اور ان میں سے جو تنہا کی جاتی ہیں جیسے بدن کو خاص طور سے حرکت دینا یا ڈمبل وغیرہ ہلانا بشرطیکہ ان ورزشوں کو تنہائی میں کیا جائے۔ اور جس کتاب میں ورزشوں کے اصول لکھے ہیں ان کو دیکھنا، پاس رکھنا بھی جائز ہے مگر تصویروں کا چہرہ پھاڑ دینا یا سیاہی وغیرہ سے چھپا دینا لازم ہے (امداد الاحکام ج:۴ص ۳۸۰)۔

کیرم بورڈ کھیلنا:

س: کیرم بورڈ، لڈو اور تاش بغیر شرط کے ساتھ کھیلنا کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقت پاس کرنے کے لئے کھیلتے ہیں اور جو آدمی ہار جاتا ہے تو وہ ان کو بوتل یا چائے پلاتا ہے۔ یہ اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

ج: کیرم بورڈ، تاش اس قسم کے دوسرے کھیل خواہ شرط باندھے بغیر ہوں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز اور مکروہ تحریمی ہیں اور ہارنے والے کا بوتل یا چائے پلانا حرام ہے۔ (کھیل کود کے شرعی احکام از مولانا یوسف لدھیانویؒ/ص ۲۹)۔

حکم لہو ہائے مأخوذ از کفار:

آج کل ہندو پاک میں جو کھیلیں رائج ہیں:

مثلاً ہاکی، فٹ بال، کرکٹ وغیرہ بخیال ورزش ان کے کھیلنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اسی درجہ کے قوت و منفعت کی ورزش دوسرے طرق غیر مأخوذ من الکفار سے بھی حاصل ہو سکتی ہے تب یہ کھیلیں کھیلنا بوجہ تشبہ کے قابل ترک ہیں ''کما نھی رسول ﷺ فی عن الرمی بالقوس الفارسی اور دیگر دوسرے طرق اس درجہ کے نہ ہوں تو کچھ حرج نہیں بشرطیکہ فساق سے اختلاط نہ ہو۔

کما اجاز و استعمال البندوق عن غیر نکیر و قد روئ النبی ﷺ فی المنام یقول فی البندوق نعم السلاح(۵۰ رجب سہ ۱۳۴۲ھ حوادث'' خامسہ/ص ۴۹ امدادالفتاویٰ ج ۴/ص ۲۶۲) .

ڈش کے تفریحی پروگرام:

تفریح کے نام پر نشر کئے گئے پروگرام بچوں سے لے کر بڑوں تک کے ذہنوں میں فاسد خیالات کے بیج بو رہے ہیں مغربی تہذیب کا مؤثر ہتھیار اس دور میں بارودی آہن کے بجائے یہی ذرائع ابلاغ ہیں اور اب ڈش انٹینا کے ذریعے ان کا اثر کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے'' شب و روز کا وافر حصہ ٹی وی اور ڈش پروگرام دیکھنے کی نذر ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں علم و عبادت سے تعلق کمزور اور کھیل تماشے کی رغبت بڑھتی ہے، ٹی وی دیکھنے والا غریب جب زرق و برق لباس، آراستہ مکانات فرائے بھرتی گاڑیوں کو اسکرین پر دیکھتا ہے تو احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے، بالآخر اس معیار تک پہنچنے کے لئے جرائم کا پیشہ اپنا لیتا ہے کہ اس کی محدود آمدنی اس معیار کے حصول کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ (بشکریہ ماهنامہ البلاغ ج ۲۸ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ شمار نمبر ۱۱) .

اخباری معمے:

امدادی الفتاوی میں حضرت تھانویؒ نے معمہ کے حل کرنے پر اُجرت لینے کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ بنام '' الجعل المسمی علی حل المعمی'' چنانچہ مسئلہ زیر بحث کی شرعی حکم منقح کرنے کے لئے رسالہ مذکورہ کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ اخبارات و رسائل میں معمے حل طلب شائع ہوتے رہتے ہیں۔

جن کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) جو اشخاص اس معمی کے حل روانہ کریں گے۔ اگر ایک ہی حل صحیح ہوگا۔ اسی ایک کو اور اگر متعدد صحیح ہوئے تو کسی ایک کو بذریعہ قرانداز ی انعام دیا جائے گا۔

(ب) اس معمہ کے صحیح حل بھیجنے والے کو اس قدر انعام دیا جائے گا۔ اور اگر زیادہ حل صحیح ہوئے تو انعام ان کے مابین تقسیم کیا جائے گا۔ موجودہ انعام کی رقم فلاں بینک یا فلاں شخص کی تحویل میں دے دی گئی ہے۔ مگر ہر حل معمہ کے ساتھ اتنی رقم بطور فیس آنا چاہئے۔

(ج) معمہ حل کرنے والوں میں اگر دو حل صحیح ہوئے تو ایک بھی غلطی نہ کرنے والے کو اتنی اور ایک غلطی کرنے والے کو اتنی اتنی رقم بطور انعام دی جائے گی۔اور ہر درجہ میں متعدد اشخاص کو مساویانہ اس درجہ کا انعام ہوگا۔لیکن ہر حل کے ہمراہ اتنی رقم (جس کو فیس داخلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) آنا ضروری ہے۔اگر فیس داخلہ کم ہو تو انعام کی رقم کم اور اگر زیادہ جمع ہوئی تو انعام کی رقم بھی زیادہ ہوگی۔

الجواب: ب وج میں چونکہ داخلہ فیس کا واپس کرنا محض حرام ہے۔اس لئے ان کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔یہ مزعومہ تو طالبان حل کرنے والوں کی طرف سے عائد ہے۔پھر اگر اس کو فیس کا عوض کہا جائے تو قمار امبذ لوابوا سے مرکب ہونے کے سبب حرام ہے۔اور اگر اس کا عوض نہ کہا جائے بلکہ مشقت کا عوض کہا جائے تو غالباً بلکہ یقیناً فیس ہی کی رقم سے دی جاتی ہے۔اس لئے حرام ہے۔ کہ مال مغصوب سے لینا ہے۔اور اول کا جواب اس پر موقوف ہے۔کہ یہ انعام کی رقم کہاں سے آئی ہے؟۔

(النور ۸ ربیع الثانی ۵۵۶ امداد الفتاویٰ ج ۴/۶۰۹)

اخباری معمہ کے حوالے سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے معروف تصنیف (جواہر الفقہ) میں ارشاد فرماتے ہیں آج کل وباء کی طرح قمار کی یہ صورت عام ہوگئی ہے، جو حل معمہ کے عنوان سے بہت سے اخباروں اور ماہوار رسالوں کا بڑا کاروبار بنا ہوا ہے، معمہ کی مختلف صورتیں لکھ کر اشتہار دیا جاتا ہے، کہ جو شخص اس کا کوئی حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً ایک روپیہ کا فیس بھیجے تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ کے ذریعہ نکل آئے اس میں بعض لوگ بڑے بڑے انعامات بھی مقرر کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام غریب طبقہ کے لوگ بھی یہ سمجھ کر کہ فیس معمولی ہے ایک روپیہ ضائع ہوگیا، تو کوئی بڑا نقصان نہیں اور اگر کہیں نام نکل آیا تو دس لاکھ ہو جائیں گے، اس طمع میں قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد معموں کے حل اور ان کے ساتھ ایک ایک روپیہ بھیج دیتے ہیں، کھلا ہوا قمار (جواری) ہے، کہ ایک شخص اپنے جیب کا ایک روپیہ اس موہوم طریق پر ڈالتا ہے کہ یا تو یہ روپیہ بھی ضائع ہوگیا اور یا ہزاروں روپیہ لے کر آیا اس کا نام شریعت اسلام میں جوا یا قمار ہے۔بعض رسالوں میں یہ کاروبار کروڑوں کی حد تک پہنچ جاتا ہے، اس میں اگر وہ کوئی اور بے ایمانی بھی نہ کرے بلکہ وعدہ کے مطابق انعامات تقسیم کر دیں، تب بھی اس کاروبار والوں کو لاکھوں کروڑوں کی رقم بھیجی جاتی ہے۔جو لاکھوں غریبوں کی خون پسینہ کی کمائی ہوتی ہے۔اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ عوام غریب سے غریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔اور یہ ان کا خون چوس کر لاکھ پتی کروڑ پتی بنتے چلے جائیں گے۔

معمہ بازی کا مروجہ قمار اس وجہ سے اور بھی زیادہ سخت اور ہزاروں گناہوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کے لئے ڈنکے کی چوٹ پر تمام عوام کو دعوت دی جاتی ہے۔ہر ایک آدمی جو اس میں حصہ لیتا ہے۔قرآن کے کھلے ہوئے حکم کی خلاف ورزی کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔اور اس کاروبار کے چلانے والوں پر سب کے گناہوں کا وبال عائد ہوتا ہے۔اور جو لوگ اس کاروبار کی کسی درجہ میں اعانت کرتے ہیں۔وہ بھی شریک گناہ ہوتے ہیں۔اس طرح بیک وقت لاکھوں کروڑوں مسلمانوں اعلانیہ طور پر اللہ اور رسول ﷺ کے صریح حکم کے خلاف ایک حرام قطعی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

اوراس میں ہزاروں لاکھوں دین دار مسلمان مبتلا ہوجاتے ہیں۔اور پھراس کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس وبال سے سب کونجات عطافرمائے۔ (جواہرالفقہ ج۱۳/ص۳۴۹) ۔

اعتدال کے ساتھ محض تفریح طبع کے لئے اخبار میں خبر دینا جائز ہے:

''اسلام کی تعلیمات اعتدال'' مؤلفہ حضرت تھانویؒ میں تحریر ہیں۔''اول کوئی خبر دینے میں ایسی کمی ہوتی ہے۔جونتیجہ خیز نہ ہو۔یا جس سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ مقصود نہ ہو۔لیکن اگر کوئی خبر ایسی بھی ہوتب بھی اس کو محض تفریح طبع کی مد میں ذکر کر دینا مضائقہ نہیں۔بلکہ یہ ایک درجہ میں شرعاً مطلوب ہیں۔جب اعتدال کے ساتھ ہواور حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح (خوش طبعی) فرمانا اسی حکمت پر مبنی تھااورایک حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں۔کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا''ان قلوب کو بھی تھوڑی دیر مہلت دیا کرو،اس طرح کہ ان کیلئے حکمت کی لطیف وعجیب باتیں تلاش کرو،جن سے قلبی تھکان دور ہواس لئے کہ قلب بھی ایسا تھکتا ہے جیسا کہ بدن۔ (کنزالعمال ج۲/۱۳۶،الطرائف والظرائف ص۹۶،(بحوالہ اسلام کے تعلیمات اعتدال ص۹۵)۔

عرس منانا:

بغرض تفریح عرس منانا حضرت تھانویؒ کی نظر میں:

قولہ تعالیٰ :و ذرالذین اتخذ و ادینھم لھو ولعبا الخ:اس آیت کے تحت حضرت تھانویؒ ارقام فرماتے ھیں. قولہ تعالیٰ .وذرالذین اتخذو قیل المراد الدین العبد الذی یعا دہ اللّٰہ فی حین معھودہ با لوجہ الذی شرعہ اللہ تعالیٰ کعید المسلیمن او بالوجہ الذی لم یشرع من اللعب واللھو کأعیاد الکفرۃ لان اصل معنیٰ العید العادۃ والعید معتاد کل عام ونسب ذالک لا بن عباسؓ قلت ود خل فیہ اکثر اعراس متصوفۃ زما ننا لا شتمالھا علیٰ المنکرات من الملاھی والبدعات :

ترجمہ:بعض نے کہا کہ دین کے معنی عادۃ ہیں۔اور عبادت سے مرادوہ عید معتاد ہیں۔اورروح میں اس قول کو ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے۔پس اس میں کفار کی اعیاد پر جن میں لہو ولعب ہوتا تھا انکار ہے۔میں کہتا ہوں۔کہ اس میں اس زمانہ کے اکثر اعراس بوجہ اشتمال والمنکرات والبدعات کے داخل ہیں۔(مسائل السلوک علیٰ حاشیہ بیان القرآن ص۱۰۴سورۃ الروم)۔

آلات لہو ولعب کی خرید وفروخت:

آلات لہو ولعب کی خرید وفروخت کے بارے میں اصولی حکم یہ ہے۔کہ ان میں سے جو صرف معصیت (گناہ) میں استعمال ہوتے ہیں۔گناہ کے کاموں کے علاوہ کسی جائز کام میں استعمال نہ ہوتے ہوں تو ان چیزوں کی خرید وفروخت جائز نہیں۔حرام ہے۔اور جو چیزیں گناہ کے علاوہ کسی اور جائز کام میں بھی استعمال ہوسکتی ہوں۔تو ان کو کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو ان کو گناہ کے کام

میں استعمال کرے گا۔جائز نہیں۔مکروہ ہے۔اور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جوان کو جائز طریقہ سے استعمال کرے گا۔جائز ہے۔
(تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۲: ۲۱۲، درالمختار ۶: ۲۱۲، فتاویٰ ھندیہ. ۵، ۱۳۱، ۳، ۱۱۶، والبحرالرائق ۸، ۱۲۵).

گڑیوں کی خریدوفروخت:

گڑیوں کی خریدوفروخت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک ان کا کاروبار جائز ہے۔یہی قول حضرت امام ابو یوسفؒ کی طرف منسوب ہے۔جبکہ بعض دوسرے فقہاء اس کاروبار کو مکروہ کہتے ہیں۔جن فقہاء کے نزدیک یہ کاروبار مکروہ ہے۔ان کے نزدیک اس کاروبار سے حاصل شدہ منافع بھی کراہت سے خالی نہیں۔اور جن فقہاء کے نزدیک یہ کاروبار جائز ہے۔ان کے نزدیک اس کے نفع میں کراہت بھی نہیں ہوگی۔ (شرح مسلم امام نوویؒ ۲، ۲۸۵، وتکملہ فتح الملہم ۱، ۲۱۲).

تحقیق وتخریج: مفتی ابوالحسن عظمت اللہ سعدی بنوی

☆☆☆☆☆

نرخنامہ برائے اشتہارات

بین الاقوامی معیار کا تحقیقی سہ ماہی مجلہ

"المباحث الاسلامیہ(اردو)"

Ret List for Advertisement

Quarterly International Magazine ALMABAHIS-AL-ISLAMIA

(1) آخر صفحہ رنگین......4000روپے (2) اندرون آخر صفحہ رنگین......3000روپے

(3) اندرون صفحہ اول رنگین.........3,000روپے (4) مکمل صفحہ سادہ.........1500روپے

(5) آدھا صفحہ سادہ.........1000روپے (6) ایک تہائی صفحہ سادہ......500روپے

یہ پاکستان اور دنیا بھر کے لائبریریوں کا واحد منتخب اسلامی تحقیقی مجلہ ہے۔

اپنے کاروبار کی تشہیر کے لئے سہ ماہی مجلہ "المباحث الاسلامیہ(اردو)" میں اشتہار دے کر ہم خرما وہم ثواب کے مصداق بنیں۔

برائے رابطہ: دفتر جدید فقہی تحقیقات، جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

فون:0928-331353 فیکس:0928-331355

ای میل almubahisulislamia@yahoo.com